

## 331090-افسانہ نگاری کا حکم

### سوال

میرے دوست نے ایک افسانہ لکھا تو میں نے اس پر اعتراض کر دیا، افسانہ نگار کا مقصد بھی یہی تھا کہ قارئین کرام کو فائدہ ہو، تاہم میرے اعتراض کی کچھ وجہات تھیں:

1- انہوں نے ذکر کیا ہے کہ تصوراتی کردار قرآنی آیات کو دلیل بناتے ہیں، تو میں نے ان سے کہا کہ ایک تو آپ عالم دین نہیں ہیں اور آپ یہ نہیں جانتے کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز؟

2- میں نے دوسری بات یہ کہی کہ: انہوں نے افسانے میں ایسے خیالی وقت اور جگہ کا تصور پیش کیا ہے جو ابھی تک انسانیت کی تاریخ میں نہیں آیا، ایسے لکھا ہے کہ انہوں نے ہماری دنیا سے ہٹ کر کوئی اور دنیا اپنی تحریر میں پیش کی ہے؛ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی تحریر میں جزیرہ عرب کا بالکل بھی مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنی تحریر کو باہدف بنانے کے لیے قرآن و سنت کی نصوص کو بھی شامل کیا ہے، تو افسانہ لکھتے ہوئے غیر حقیقی واقعات میں کتاب و سنت کی آیات کو استعمال کرنے کا کیا حکم ہے؟

### جواب کا ملاضہ

فکشن اور افسانہ نگاری جائز ہے بشرطیکہ ان میں اچھائی اور بھلائی لوگوں تک پہنچائی جائی۔ جبکہ کتاب و سنت کی نصوص کو ان واقعات میں استعمال کرنے کے بارے میں یہ ہے کہ اگر انہیں صحیح انداز میں استعمال کیا گیا ہے تو اس میں کوئی مانع نظر نہیں آتا۔ مزید کے لیے آپ تفصیلی جواب ملاحظہ فرمائیں۔

### پسندیدہ جواب

#### اول : افسانہ نگاری اور فکشن تحریر میں لکھنے کا حکم

پہلے سوال نمبر: (174829) میں افسانہ نگاری کے بارے میں تفصیلی طور پر گزرا چکا ہے کہ اگر افسانہ اور فکشن باہدف ہے، اچھائی اور بھلائی اس سے معاشرے میں پھیلے گی تو افسانہ نگاری جائز ہے۔

دوم : افسانہ نگاری میں آیات اور احادیث درج کرنے کا حکم

ان واقعات میں کتاب و سنت کی نصوص کو استعمال کرنے کے بارے میں یہ ہے کہ اگر انہیں صحیح انداز میں استعمال کیا گیا ہے تو پھر اس میں کوئی مانع نظر نہیں آتا۔

قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کچھ تو ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا معنی اور مضموم بالکل واضح ہوتا ہے، انہیں سمجھنے کے لیے قاری کو بہت زیادہ علم کی ضرورت نہیں ہوتی، عام طور پر ہر شخص جی کہ آیات کا معنی اور مضموم سمجھ سکتا ہے، مثلاً: نماز، زکاۃ، حج اور روزے عجیسے فرائض کے متعلق حکم دینے والی آیات، اسی طرح اخلاقیات کا درس دینے والی اور بد اخلاقی سے روکنے والی آیات اور احادیث وغیرہ تو افسانہ نگار ان آیات اور احادیث سے استدلال کر سکتا ہے؛ کیونکہ اس کا معنی اور مضموم واضح ہے، اس میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں ہے کہ کسی گفتگی کو سلسلہ ناپڑے۔

جبکہ کچھ آیات اور احادیث ایسی بھی ہیں جن کو سمجھنے کے لیے ذی شعور اور صاحب علم ہونا ضروری ہے، تو ایسی صورت میں اس کا معنی سمجھنا اور اہل علم سے اس کے بارے میں پوچھنا ضروری ہے، لہذا جامل شخص ان آیات کو اپنی گفتگو میں بطور دلیل پیش نہیں کر سکتا؛ کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ وہ ایسے مسئلے میں آیت کو دلیل بنالے جس کی دلیل آیت میں نہیں ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر کو پچار قسموں میں تقسیم کیا ہے، ان کے مطابق :  
تفسیر کی چار قسمیں ہیں : ایک قسم وہ ہے جسے عرب اپنی لغت سے بچان جاتے ہیں۔  
دوسری قسم وہ ہے جس سے لاعلی کسی کے لیے روائیں ۔  
تیسرا قسم وہ ہے جسے صرف ابل علم ہی جانتے ہیں۔

چوتھی قسم وہ ہے جسے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات جانتی ہے؛ اس قسم کے جانے کا کوئی دعویٰ کرے تو وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہے۔  
اس اثر کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابن حیرہؓ نے اپنے تفسیر کے مقدمے میں (70/1) اور (73) پڑکر کیا ہے، اسی طرح ابن کثیرؓ نے بھی اسے اپنی تفسیر کے مقدمے (1/14) میں بیان کیا ہے۔

علامہ زرکشی اپنی مایہ نازکتاب : "البرہان" (164/2-167) میں اس کی تفصیل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :  
"یہ تقسیم صحیح ہے، چنانچہ جس قسم کو عرب اپنی زبان سے پچان لیتے ہیں یہ وہی قسم ہے جس کو جانے کے لیے عربی زبان کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، یعنی یہ عربی لغت اور اعراب سے تعلق رکھنے والے امور ہیں ۔۔۔"

چنانچہ جس تفسیر کا تعلق اس قسم سے ہو تو اس کی تفسیر کے لیے مفسر عربی زبان پر ہی اکتفا کرے گا، اس طرح کی آیات کی تفسیر کسی ایسے شخص کے لیے قطعاً جائز نہیں ہے جسے عربی زبان کی گہرا سیوں اور حقیقت کا علم نہیں ہے، یہاں معمولی جانکاری کا کوئی فائدہ نہیں ہے؛ کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ کوئی لفظ دو معانی میں مشترک ہو اور اسے صرف ایک ہی معنی کا علم ہو۔  
دوسری قسم : جس سے لاعلی کسی کے لیے روائیں ۔ اس سے وہ آیات مراد ہیں جنہیں سنتے ہی ذہنوں میں آیات کا خاص معنی واضح ہو جائے، اس میں وہ آیات شامل ہیں جن میں شرعی احکامات، عقیدہ توحید کے دلائل، اور ہر وہ قرآنی لفظ شامل ہے جس کا ایک ہی واضح معنی ہے کوئی اور معنی نہیں ہے، انہیں سن کر اللہ تعالیٰ کی مراد فوری معلوم کی جاسکتی ہے۔ تو اس قسم کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں نہ ہی اس کی تفسیر میں کوئی پیچیدگی ہوتی ہے؛ کیونکہ فرمان باری تعالیٰ : ﴿فَأَلْهَمْنَا إِذْ لَمْ يَأْتِ إِلَّا لِلَّهِ﴾۔ ترجمہ : جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔ [محمد : 19] سے ہر کوئی یہ سمجھ سختا ہے کہ الوبیت میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے ۔۔۔

اسی طرح یہ بات مسلمہ ہے کہ فرمان باری تعالیٰ : ﴿وَإِذْ تُؤْتُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الرِّزْكَةَ﴾۔ ترجمہ : نماز اور رزکۃ کی فرضیت کا ذکر ہے۔  
تیسرا قسم : جسے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات جانتی ہے۔ یعنی اس سے مراد وہ آیات ہیں جن میں غیبی امور کا ذکر ہے؛ مثلاً قیامت آنے کا وقت، بارش نازل ہونے کا وقت، شکم مادر میں کس طرح کی شخصیت ہے؟ اور روح کی تفسیر وغیرہ ۔۔۔

چوتھی قسم : جس کا تعلق علمائے کرام کے اجتہاد سے ہے، عام طور پر علم تفسیر میں جب لفظ تاویل استعمال کیا جاتا ہے تو یہی قسم مراد ہوتی ہے، یعنی قرآنی الفاظ سے کشید ہونے والے نتیجے تک پہنچا، اسی کو احکام استبطا کرنا، محل کی وضاحت کرنا، عموم کی تخصیص کرنا کہتے ہیں، اسی طرح ہر وہ لفظ جس میں دو یادو سے زیادہ معانی کا احتمال ہو ایسی آیات کے بارے میں غیر اہل علم کے لیے اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے۔ "معمولی اختصار کے ساتھ اقتباس مکمل ہوا۔